بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہات

الحمدللّٰہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی سیّد الرسل وافضل الانبیاء اما بعد !

آج جب سہ ماہی منہاج کے "مولانا سیّد محمد متین ہاشمی نمبر" کی اشاعت کا اہتمام ہو رہا ہے میں گزشتہ انیس برس پر محیط حضرت موصوف کی رفاقت پر نگاہ ڈالتے ہوئے جب اپنے آس پاس حضرت موصوف کو نہیں پاتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی متاع گراں بہا چھن گئی ہو۔ ایک جھٹکا سا لگتا ہے جو دل و دماغ کو ہلا کے رکھ دیتا ہے۔ آج کے اس دور میں جہاں ادیان مذاہب و مسالک، معاشی، معاشرتی اور سیاسی فرقہ بندی نے انسانوں کو تقسیم کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ ایک شخص تھا کہ ہر ایک کا سانجھا تھا۔ مولانا کے اندر ایک ایسا انسان مخفی تھا جو ہر ایک انسان سے جڑا ہوا تھا۔ کوئی بھی انسان خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو مولانا کے پاس آ کر مغایئرت محسوس نہیں کرتا تھا۔

آج سے بیس برس قبل جب دسمبر ۱۹۷۲ء میں یہ فقیر پہلی مرتبہ حضرت مولانا سے جامعہ محمدی شریف (جھنگ) میں ملا تو پہلی ہی ملاقات میں حضرت موصوف سے کچھ ایسا لگاؤ سا ہو گیا کہ بس آج تک وہ باقی ہے۔ مجھے مولانا کی جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ مولانا کا حلم اور صبر تھا۔ زندگی کے دشوار ترین اور پر ہول مقامات پر ایسی برد باری اور ایسی استقامت بہت کم لوگوں میں دیکھنے میں آئی ہے۔ یہ دونوں صفات بنیادی طور پر توکل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں اور ممدوح میں توکل علی اللہ اور استغنا ماسوی اللہ کچھ اس طرح رچا بسا تھا کہ ان کی زندگی کا وہ حصہ جو ہم نے دیکھا ہے احتیاج کی سی کیفیت میں گزارا اور یار لوگوں نے کوشش بھی کی کہ حضرت والا کی مدد کی جائے مگر کبھی کسی مدد کو قبول نہیں کیا۔ مدد مانگی تو صرف رب العالمین اور احکام الحاکمین سے مانگی۔ مجھے فرمایا کرتے تھے۔ حافظ جس طرح میرا اللہ مجھ سے معاملہ کرتا ہے اور میری ضروریات کا حلال ذرائع سے بندو بست کرتا ہے اگر اس کے ہوتے ہوئے بھی میں کسی اور جانب دیکھوں تو پھر میرے حال پر تف ہے۔ آپ کو حلم اور صبر اسی توکل کے نتیجے میں ودیعت ہوئے تھے۔

آپ کی بردباری کا یہ حال تھا کہ ناگوار سے ناگوار بات سن لیتے تھے مگر کبھی بھی ناگواری کا اظہار تک نہ ہونے دیتے۔ایک مرتبہ ایک شخص آیا۔اس نے آپ سے کچھ ایسی باتیں کیں جو ہم لوگوں کو ناگوار گزریں۔ مجھے خیال ہوا کہ اس کو آپ کے پاس سے اٹھادیاجائے۔ چنانچہ میں نے اسے بازو سے پکڑااور دوسرے کمرے میں لے جانے کی کوشش کی تو آپ نے فرمایا حافظ ! اسے کچھ نہ کہو۔ یہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے کہنے دو۔ وہ بہت دیر تک اپنی کہتارہا چونکہ اس کو خود تو کچھ سنائی نہ دیتا تھا وہ کہتا ہی چلا گیا۔ لیکن ھاشمی صاحب نے اس کی سب کڑوی کسیلی باتیں بڑے اطمینان سے سنیں اور ناگواری کا اظہار تک نہ فرمایا۔ اس وقت مجھے آپ کے ساتھ کام کرتے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے۔ میں بہت متعجب تھا کہ ھاشمی صاحب یہ سب کچھ کیسے برداشت کر گئے۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو مجھے فرمایا۔ حافظ! تم نے دیکھا تمہارے نفس نے کس طرح تم پر حملہ کیا۔ میں نے عرض کیا مجھے تو کچھ پتہ نہیں چلا۔ آپ نے فرمایا یہ شخص ہمارے امتحان کی صورت میں آیا تھا۔ تم ناکام ہوگئے۔ میں کامیاب رہا۔ تمہارے نفس نے تمہیں اکسایا اور تم اس کے اکسانے پر عمل پیرا ہوگئے۔ لیکن میں نے ظالم نفس کو دبایا۔ چنانچہ تمہیں بھی روکنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس وقت میں سمجھا کہ موصوف حلم کے کس درجہ پر فائز ہیں اور کس طرح اپنے ساتھ کام کرنے والوں کی تربیت کرتے ہیں۔ مولانا کا یہ دھیما انداز اپنی اثر انگیزی میں اس قدر تھا کہ قلب و نظر میں بہت گہرا اترجاتا تھا۔

صبر کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۷۸ء میں آپ کو پہلی مرتبہ دل کی تکلیف ہوئی۔ کنعان ٹرسٹ میں زیر علاج تھے۔ فقیر ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ دیکھا تو مولانا بہت مطمئن تھے۔ فرمانے لگے۔ حافظ ! ڈاکٹر نے مجھے بتایا ہے کہ میرے دل کی ایک شریان بند ہوگئی ہے۔ اگرچہ ڈاکٹر نے مجھے مطمئن کرنے کیلئے اطمینان کا اظہار کیا ہے مگر اس کے چہرے پر عدم اطمینانی کی کیفیت ہویدا تھی۔ جسے میں نے بغور پڑھا ہے۔ لیکن اگر میں بھی بے صبر ہوجاؤں تو میرے بے صبر ہوجانے سے کیا یہ بیماری ٹل جائے گی؟ ہر گز نہیں۔ لہذا میں مطمئن ہوں لیکن میرا ڈاکٹر مطمئن نہیں ہے۔ اس کے بعد قبلہ ھاشمی صاحب کو ان کے بہت ذھین بیٹے ہلال محمد کی وفات پر دیکھا۔ صبر کا کوہ گراں پایا اور سراج منیر کی وفات پر تو حضرت مولانا نے صبر کی مثال قائم کردی۔

ریسرچ سیل کی توسیع و ترقی کیلئے آپ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا تقرر ۱۹۷۴ء میں بطور ریسرچ ایڈوائزر ایک ہزار روپے ماہانہ فکسڈ پر ہوا۔ آپ کا دائرہ کار فہرست مخطوطات کی تیاری تک محدود تھا جو حقیقتاً شہباز کو پنجرے میں بند کردینے کے مترادف تھا۔ جس شخص کے سینہ سے علوم کے گنج گرانمایہ ابل رہے ہوں اور اسے فہرست سازی میں محدود کردیا جائے تو اس کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ آپ یہ کام بڑی تندھی سے کرتے رہے اور مخطوطات کی جلد اوّل شائع کی اس وقت انکے ساتھ جناب ساجد الرحمٰن صدیقی صاحب بھی اس کام میں شامل تھے۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری حلقہ اہل علم میں متعارف ہوئی اور مرکز تحقیق کی طرف اہل علم حضرات کی توجہ ہوئی۔

جنوری ۱۹۷۷ء میں فقیر کا ساجد الرحمٰن صدیقی صاحب کی جگہ تقرر ہوا۔ اسی دوران نظام مصطفےٰ تحریک چلی جس کے نتیجے میں ضیاء الحق شہید نے ملک کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور ملک میں اسلامی نظام حیات کے احیاء کی تدریجی نہج پر طرح ڈالی۔ اسی دوران فہرست مخطوطات کی جلد دوم بھی طبع ہو کر شائع ہوئی۔ لائبریری کی منیجنگ کمیٹی کے چیئرمین جناب ڈاکٹر کرنل خواجہ عبد الرشید مرحوم نے مارچ ۱۹۷۷ء میں مولانا سے سفارش کی کہ اب چونکہ ملک میں نظام مصطفےٰ کا چرچا ہو رہا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسلامی حدود و تعزیرات پر اردو زبان میں لٹریچر تیار کیا جائے۔ اگر اسلامی نظام نافذ کیا جائے تو عدالتوں کے پاس کچھ تو ہو۔ چنانچہ ھاشمی صاحب نے مجھے حوالہ جات کے جمع کرنے پر لگادیا اور خود ان حوالہ جات کو مربوط کرنا شروع کیا اور تین ماہ کے قلیل عرصہ میں اس کتاب کا مسودہ تیار ہوگیا۔ اس وقت کے سیکریٹری جناب مصباح الحق صدیقی صاحب نے اس کی طباعت کا بندوبست کیا۔ جب یہ کتاب چھپ کر بازار میں آئی تو ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ یہ کتاب جنرل محمد ضیاء الحق شہید کو بھی بھیجی گئی جسے دیکھ موصوف نے مولانا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ ملاقات کینٹ لاہور میں ہوئی جس میں ریسرچ سیل کے کام کو سراہتے ہوئے مرحوم نے ریسرچ سیل میں مولانا کی مدد کیلئے مزید دو آسامیاں پیدا کیں۔ اس کے کام کو ادارہ تحقیقات اسلامی (اسلام آباد) کے ساتھ مربوط رکھنے کے احکامات جاری کئے۔ جناب ھاشمی صاحب کو باقاعدہ گریڈ نمبر ۱۸ دیکر آپ کو ڈائریکٹر کے عہدہ پر ترقی دی گئی اور ریسرچ سیل کو باقاعدہ ایک ادارہ بنادیا

گیا جس کا کام ملک میں احیائے اسلام کیلئے ہونے والی کاوشوں میں حکومت کی رہنمائی کرنا اور عوام کو ذہنی طور پر اسلامائزیشن کیلئے تیار کرنا متعین ہوا۔ اس مقصد کی حصول کیلئے اس ادارہ سے ایک سہ ماہی مجلہ کا اجراء ہوا اور جدید مسائل کا اسلامی اور فقہی حل اس کا دائرہ کار متعین کیا گیا۔ نیز یہ طے پایا کہ اس مجلہ میں ہر مسلک وفرقہ کو نمائندگی دی جائے گی۔ مولانا اس مجلہ کے مدیر مسئول مقرر ہوئے۔ مولانا کی زیر ادارت اس مجلہ نے ملک کے علمی حلقوں کو اس قدر متوجہ کیا کہ اس میں کسی مضمون کا شائع ہونا ہی صاحب مضمون کیلئے ایک حوالہ استناد بن گیا۔

دوسرا کام جو اس ادارہ کے سپرد ہوا وہ یہ تھا کہ ایسا لٹریچر تیار کیا جائے جو جدید معاشرتی، معاشی اور سیاسی افکار کا اسلامی افکار کی روشنی میں جائزہ لے اور پیش آمدہ جدید مسائل کا اسلامی حل پیش کرے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا کی زیر ہدایت ریسرچ سیل سے ابتک ۳۰ کتب شائع ہوچکی ہیں جن کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آپ کو پڑھنے کیلئے ملے گا۔

اس کے علاوہ تراجم کا ایک سلسلہ مولانا کی نگرانی میں شروع ہوا۔ اب تک القصاص فیالفقہ الاسلامی کا ترجمہ شائع ہوچکا ہے۔ "بدائع الصنائع" کا ترجمہ و اشاعت تکمیل کے مراحل میں ہے اور "الموافقات" کا ترجمہ بھی امسال انشاء اللہ چھپ جائے گا۔

مولانا کی زیر سرپرستی اس ادارہ نے صرف دس سالوں میں ترقی اور شہرت کی وہ منزلیں طے کیں جو بعض دیگر ادارے اپنی طویل عمری کے باجود ابھی تک طے نہیں کرسکے۔

دنیا میں کون ہمیشہ رہا ہے جو مولانا رہتے۔ یہ فنا کی نگری ہے اور سب نے کوچ کرنا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے چلے جانے سے پیدا ہونے والا خلا بڑی شدت سے محسوس ہوتا ہے۔ مولانا بھی ایک ایسی ہی ہستی تھے کہ ان کے اٹھ جانے سے ایک ایسا خلا واقع ہوا ہے جو شاید ہی کبھی پر ہوسکے۔ آپ مختلف مکاتب فکر کے علماء کیلئے مقام اتصال تھے۔ ہر ایک مکتب فکر کے علماء آپ کو یکساں طور پر مانتے تھے۔ آپ نے دیوبند میں پڑھنے کے باوجود کبھی کسی دوسرے مسلک کے بارے میں دل آزاری کی بات نہ کی بلکہ تمام مسالک کے اکابر کا احترام ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ الجمع بین المختلفات، تطبیق، تلفیق اور نظریہ مراعاۃ الخلاف کے ذریعے تمام ائمہ کی آراء سے مستفیض ہونے کی کوشش فرماتے تھے۔

علم و فضل، اخلاق محمدی کا معیاری اور قابل تقلید نمونہ، جدید و قدیم کا حسین امتزاج اور جدید رجحانات رکھنے والی نوجوان نسل کیلئے مرجع، وہ ایک شخص تھا جسے استاذی و مربی مولانا سید محمد متین ہاشمی رحمہ اللہ علیہ کہتے تھے۔ اب نہیں رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کیا تھے کیا نہیں تھے یہ شمارہ اسی کے بارے میں آپ کے سامنے ہے۔ اس شمارہ کی تیاری میں ہمیں کئی مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ ممدوح جناب ہاشمی صاحب کی زندگی کے ۲۰ سال جو مغربی پاکستان میں گزرے انکے بارے میں معلومات جمع کرنے میں تو کوئی چنداں دشواری نہیں ہوئی لیکن آپ کی زندگی کا وہ حصہ جو ہندوستان اور مشرقی پاکستان میں گزرا اس کے بارے میں معلومات جمع کرنے میں بہت دشواری پیش آئی۔ چنانچہ ہندوستان اور مشرقی پاکستان میں آپ کے کئی احباب کو خطوط لکھے مگر جواب صرف ایک صاحب کا آیا جو شامل اشاعت ہے۔ کراچی میں کچھ احباب سے رابطہ کیا لیکن کوئی حوصلہ افزا جواب نہ ملا۔ چنانچہ زیر نظر ''مولانا متین ہاشمی نمبر'' اگرچہ ایک اعتبار سے تو ہاشمی صاحب کے بارے میں بھرپور معلومات فراہم کرتا ہے تاہم ایک دوسرے پہلو سے تشنہ بھی ہے۔

(حافظ غلام حسین)
قائم مقام ڈائریکٹر